THE MASIHI,

AMRITSAR.

Vol. IV. SEPTEMBER 1899. *No. 9.*

C. H. SPURGEON.

چارلس ہیڈن سپرجن

ولادت اور ابتدائی حالات

چارلس ہیڈن سپرجن انگلستان کے صوبہ ایسیکس کے ایک چھوٹے سے گاؤں کیلویڈن نامی میں ۱۹ جون ۱۸۳۴ء کو پیدا ہوا۔ اُس کا باپ جان سپرجن وہاں کی ایک چھوٹی سی کلیسیا کا پاسٹر تھا۔ اور اُس کے علاوہ وہ اپنا کاروبار بھی کیا کرتا تھا یہ شخص بڑا دیندار تھا اور اپنے فرائض کی بجا آوری میں بڑا سرگرم تھا۔ چارلس کی ماں بھی بڑی دیندار تھی اور اپنے بچوں کی تربیت کا بہت خیال رکھتی تھی۔ یہانتک کہ اُن کے ساتھ مل کر اُن کے لئے نام بنام دعا مانگا کرتی تھی۔ چارلس کے بعد کی کامیابی بلا شبہ اُس کی بیش قیمت دعاؤں اور عمدہ نمونہ کا نتیجہ تھی۔

چارلس کی عمر ابھی چودہ مہینہ کی تھی کہ اُس کا دادا مسٹر جیمس سپرجن اُس کو سٹمبورن میں جہاں وہ پاسٹر تھا لے گیا۔ اور وہاں اُس نے چھ سال کی عمر تک ایک کنواری پھوپھی کی زیر حفاظت پرورش پائی۔ اس کے بعد وہ کولچسٹر میں جہاں اُس وقت اُس کے والدین رہتے تھے تعلیم کی غرض سے چلا گیا۔

مسٹر سپرجن ابتداءِ عمر ہی سے ہونہار معلوم ہوتا تھا۔ اور لڑکوں کی طرح اُس کو کھیل کود کا مطلق شوق نہ تھا۔ کبوتر بازی آوارہ گردی اور شوخی و شرارت جس کے لڑکے بہت شایق ہوتے ہیں اُسے خوش نہ آتی تھی۔ اس ابتدائی عمر میں بھی اُس کو کتابوں سے بہت الفت تھی بیبل کے قصے تو اُسے از بر یاد تھے۔ اور تذکرۃ الشہدا اور مسیحی مسافر کا حال اور اِسی قسم کی اور کتابیں اُسے بہت پسند تھیں۔ لیکن اگرچہ وہ کھیل کود کا شایق نہ تھا تو بھی اُسکی صحت عمدہ تھی۔ اور اُس کا جسم کمزور نہ تھا۔ اس کی طبیعت میں اُسی زمانہ سے ایک طرح کی خودسری پائی جاتی تھی اور ارادہ کا ایسا مضبوط تھا کہ اُس کی مرضی کو روکنا مشکل تھا۔ بچپن کی عمر میں بھی وہ کسی بات میں مخالفت کو گوارا نہیں کرتا تھا

اُس کی طبیعت ابتدا ہی سے مذہبی باتوں کی طرف بہت مائل تھی۔ اس کو دعا مانگنے کا بہت شوق تھا۔ اور اکثر چھپ چھپ کر دعا مانگا کرتا تھا۔ راست گوئی تو گویا اُس کے خمیر میں تھی اس کے علاوہ وہ بڑا دلیر اور نڈر تھا۔

وہ بچپن لڑکپن ہی سے غور و فکر کا عادی تھا۔ اور ہر ایک بات کی تہ کو پہنچنے کی کوشش کرتا تھا۔ وہ بعض وقت اِس قسم کے سوال کر بیٹھتا تھا کہ سننے والے حیران ہو جاتے تھے اور اُس کے والدین کو اُسکے جواب دینے میں دِقت واقع ہوتی تھی ۱۸۴۴ء میں جبکہ چارلس کی عمر ٹھیک دس برس کی تھی۔ وہ اپنے دادا کے گھر میں گرمی کی چھٹیاں کاٹ رہا تھا۔ اُنہیں دنوں میں مسٹر رچرڈ نِل جن کا نام دینداری اور خدا پرستی اور انجیلی خدمت کے سبب بہت مشہور ہے ایک دفعہ لندن مشنری سوسائٹی کی طرف سے وعظ کرنے کے لئے وہاں تشریف لائے اور مسٹر جیمس سپرجن کے مکان پر فروکش ہوئے۔ اِن کو بچوں سے خاص اُلفت تھی۔ اور جب اُنہوں نے چارلس کی ذہانت اور اپنی عمر سے بڑھ کر ہوشیاری اور دینداری کو ملاحظہ کیا تو اُن کا دِل خود بخود اُس کی طرف کھنچ گیا۔ جتنے روز تک مسٹر نِل وہاں رہے ہر روز بلاناغہ اُس کے ساتھ مذہبی گفتگو اور دعا و مناجات کرتے رہے لیکن جس دِن وہ روانہ ہونے کو تھے اُنہوں نے ایک عجیب پیشینگوئی فرمائی۔ سارے کنبہ کے سامنے اُنہوں نے چارلس کو اپنی گود میں لیکر یہ فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ اِس کی کیا وجہ ہے مگر میرے دل میں یہ خیال جاگزین ہو رہا ہے کہ یہ بچہ ہزارہا لوگوں کے سامنے انجیل کی منادی کریگا اور خدا اُسکے ذریعے سے بہت سی روحوں کو بچائیگا ✣

یہ کہنا کہ مدرسہ میں چارلس نے بڑی محنت اور شوق سے تعلیم حاصل کی بالکل زاید ہے۔ وہ علاوہ معمولی تعلیم کے کچھ عرصہ کے لئے فنِ زراعت کے مدرسہ میں بھی پڑھتا رہا۔ اور علم ہندسہ اور لاطینی زبان میں خصوصاً خوب ماہر تھا۔ تعلیم کے ابتدائی زمانے سے اُس کی گفتگو اور تقریر ایسی فصیح اور شستہ تھی کہ تھوڑے عرصہ میں اس کی مدرسہ میں بڑی شہرت ہو گئی۔ بحث مباحثہ میں اُس کی

طبیعت خوب لڑتی تھی یہانتک کہ جب لڑکوں کے درمیان کوئی مضمون مقرر ہوجاتا تھا تو کسی مدد کی ایک یا دوسری جانب کو ضرور حاجت پڑا کرتی تھی۔ اُس کی قوت مباحثہ ایسی زبردست تھی کہ کسی کو اُس کے مقابلہ میں کھڑا ہونا مشکل تھا اور آخرکار یہ قاعدہ ہوگیا کہ وہ دونوں جانب گفتگو کرتا تھا۔ اور خود اُسی کو اُس کے مقابلہ میں کھڑا کیا جاتا تھا۔

دلی تبدیلی اور دینی خیالات

ہم دیکھ چکے ہیں کہ اُسکی طبیعت پہلے ہی سے دینداری کی طرف بہت مائل تھی وہ ابتدا ہی سے دعا کا عادی تھا اور کئی ایک مسیحی خوبیاں لڑکپن ہی سے اُس میں صفائی کے ساتھ جلوہ گر تھیں۔ مگر ایک زمانہ آیا جب کہ اُس کو بھی اپنی سرکش طبیعت اور گناہگار مزاج کے ساتھ جنگ کرنی پڑی +

ایک موقع پر وہ اپنے دل کی تبدیلی کا بیان کرتا ہے کہ جب خدا نے میرے بُرے دل کو گناہ سے قائل کیا تو میری حالت نہایت مصیبت ناک تھی کسی بات سے مجھے تسلی نہ ملتی تھی اور کوئی امید نظر نہیں آتی تھی۔ میرے دل میں ہر وقت یہ خیال آتا تھا کہ خدا مجھے کبھی نہیں بخشیگا۔ اسی طرح میری حالت بد سے بدتر ہوتی گئی اور میرا دل مارے غم کے پاش پاش ہوا جاتا تھا۔ چھ ماہ تک میں متواتر سارے دل سے اور بڑی جانکاہی کے ساتھ دعا مانگتا رہا۔ مگر کچھ جواب نہ پایا میں بہت سے گرجاؤں میں پھرا اور بہت سے مشہور واعظوں کے وعظ سنے مگر کہیں سے تسلی نہ ملی۔

وہ بلاشبہ عمدہ عمدہ وعظ کرتے تھے اور اعلےٰ اعلےٰ سچائیاں بیان کرتے تھے جو روحانی مزاج لوگوں کے لئے فایدہ مند ہیں۔ مگر میں یہ جاننا چاہتا تھا کہ میرے گناہ کس طرح معاف ہوسکتے ہیں۔ اور یہ بات کوئی شخص نہیں بتاتا تھا۔ آخرکار جنوری ۱۸۵۰ء کی ایک اتوار کو ایسا اتفاق ہوا کہ بسبب سخت برف باری کے میں اپنے باپ کے ہمراہ اُس کے گرجے کو نہ جاسکا بلکہ رستہ میں میتھوڈسٹ لوگوں کے ایک چھوٹے سے چیپل میں جا گھسا۔ وہاں چند آدمی عبادت کے واسطے جمع تھے۔ پادری صاحب نے آنے میں بہت دیر کی۔ آخرکار ایک دُبلا پتلا آدمی ممبر پر چڑھا اور اپنی بیبل کھول کر یہ آیت پڑھی "میری طرف نظر کرو اور نجات پاؤ۔ اے زمین

کے تمام کنارو۔" یہ آدمی غریب اور کم علم معلوم ہوتا تھا کیونکہ اس کا تلفظ بھی درست نہ تھا وہ بار بار اسی آیت کو دُہراتا تھا کیونکہ اور کچھ بیان کرنا نہ جانتا تھا۔ مگر اس آیت کا مطلب نہایت سادہ طور سے بیان کر کے وہ دفعتاً میری طرف متوجہ ہوا۔ اور کہنے لگا "نوجوان تو کچھ مصیبت زدہ معلوم ہوتا ہے۔" فی الحقیقت میں مصیبت میں تو تھا۔ اور وہ بولا۔ "تو کبھی اس سے چھٹکارا نہیں پائیگا جب تک تو مسیح کی طرف نظر نہ کریگا۔" اور پھر اپنا ہاتھ اٹھا کر کہنے لگا "دیکھ۔ دیکھ۔ دیکھ" اور پھر آواز بلند کر کے "نوجوان یسوع مسیح پر نظر کر۔ ہاں ابھی نظر کر" اور اُسی وقت میں نے مسیح کی طرف نظر کی اور میری تمام تکلیف یک لخت رفع ہو گئی +

اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد مسٹر سپرجن نے نیو مارکٹ میں ایک سکول کی معلمی اختیار کر لی۔ اس وقت سے ہم مسٹر سپرجن کی زندگی میں اُن اعلیٰ ذہنی اور روحانی طاقتوں کا جو اُس نے بعد ازاں ظاہر کیں کچھ کچھ نشان دیکھنا شروع کرتے ہیں۔ دِل کی تبدیلی کے وقت سے نہ صرف مذہبی باتوں کا بلکہ اُس مالک کی خدمت کا بھی جس نے اُسکو اس بے دینی اور بے چینی کے تاریک گڑھے سے نکالا اس کو زیادہ شوق ہوتا گیا۔ بیبل کے مطالعہ اور مذہبی مسائل کی تحقیقات سے اُس کے دل کو رغبت لگا ؤ تھا۔ مسٹر سپرجن اسی مقام میں سنڈے سکول کی ایک جماعت کو بھی پڑھایا کرتا تھا۔ ایک دن یہ تجویز کی گئی کہ سنڈے سکول کے معلم سبق کے ختم ہونے پر سپرنٹنڈنٹ کے ساتھ باری باری سبق کے مضمون کے متعلق ایک مختصر تقریر کیا کریں چنانچہ اس قاعدہ کے مطابق جب مسٹر سپرجن کی باری آئی تو اُس نے بھی تقریر کی جس کا اثر یہ ہوا کہ تقریر کے خاتمہ پر سپرنٹنڈنٹ نے آ کر اُس سے درخواست کی کہ آئندہ ہفتہ کو اس کی جگہ بھی وہی تقریر کرے۔ اور جب اس موقع پر بھی تقریر کر چکا تو سپرنٹنڈنٹ نے یہ خواہش ظاہر کی کہ چونکہ وہ اس کام کو نہایت خوبی سے انجام دیتا ہے اسلئے بہتر ہوگا کہ ہر ہفتہ وہی تقریر کیا کرے۔ مگر اُس نے اس بات کو منظور نہ کیا۔ تاہم وہ اپنی باری کے علاوہ ہر تیسرے اتوار کو سپرنٹنڈنٹ کی جگہ تقریر کرتا رہا۔ تھوڑے عرصہ میں اُسکی شہرت

اِس قدر پھیل گئی کہ لڑکوں کے علاوہ اَور لوگ بھی سنڈے سکول میں آنے شروع ہو گئے یہانتک کہ سنڈے سکول بھی ایک چیپل معلوم ہونے لگ گیا

ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ مسٹر سپرجن کو ابتدا ہی سے مذہبی تحقیقات کا بہت شوق تھا۔ وہ ہر ایک امر میں نہ صرف خدا کے احکام کو معلوم کرنا ہی چاہتا تھا بلکہ اُنکی پیروی کو بھی تیار رہتا تھا۔ چنانچہ انہیں دنوں میں پاک کتاب کے مطالعہ سے اُس کے دل میں یہ خیال جم گیا۔ کہ بپتسمہ کا صحیح طریق جسکی انجیل میں تعلیم ہے یہ ہے کہ بجائے صرف پانی چھڑکنے کے غوطہ دیا جائے۔ اور اُس نے اِس حکم کی اطاعت کرنیکا مصمم ارادہ کر کے اپنے باپ کو اطلاع دی۔ اُس کا ہرگز یہ اعتقاد نہیں تھا کہ وہ خاص بپتسمہ کی رسم میں یا پانی میں کوئی خاص فضیلت سمجھتا ہے۔ بلکہ صرف یہ کہ اُس کا فرض ہے کہ انجیل کی تعلیم کی اپنی سمجھ کے مطابق پورے طور پر پیروی کرے یہ دیکھ کر کہ وہ اپنے خیال پر قائم ہے اُسکے باپ نے بھی اُس کو اجازت دیدی۔ اور اُس نے ۳ مئی ۱۸۵۰ء کو دریائے لارک کی ایک گھاٹ اسلہم نامی پر جو نیو مارکٹ سے چند میل کے فاصلہ پر واقع تھی ریورنڈ ڈبلیو کینٹلو نامی ایک بپٹسٹ پادری کے ہاتھ سے بپتسمہ پایا +

۱۸۵۱ء کے شروع میں مسٹر سپرجن نے کیمبرج کے ایک سکول میں علمی کی آسامی قبول کر لی۔ اور وہاں کے بپٹسٹ چرچ کا ممبر ہو گیا۔ اُسی زمانہ کی نسبت ایک لطیفہ مشہور ہے جس سے مسٹر سپرجن کی خصلت کا ایک اَور پہلو نہایت صفائی کے ساتھ دکھائی دیتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ مسیحی رفاقت اور محبت کی تعلیم کو اور اِس مسئلہ کو کہ کل مسیحی مسیح کے جسم کے عضو ہیں صرف ایک زبانی ماننے کی بات نہیں سمجھتا تھا بلکہ اُس کے عملی طور پر صحیح ہونے کا بھی یقین رکھتا تھا کیمبرج کی کلیسیا کے لوگ اگرچہ بڑے دیندار اور با اخلاق تھے مگر ظاہری تکلفات اور سوسائٹی کے آداب کا بہت خیال رکھتے تھے اور اِس لئے جب وہ اُس کلیسیا میں شامل ہوا تو پہلے پہل اُس سے کسی نے کلام تک نہ کیا۔ ایک اتوار کو عشائے ربانی کی بندگی کے وقت مسٹر سپرجن اَور ایک اَور شخص ایک ہی بنچ پر بیٹھے تھے جب عبادت

(م) خدمت پر مقرر ہونا

ختم ہو چکی تو مسٹر سپرجن اُس شخص کے پاس گیا اور کہنے لگا: "صاحب۔ میں امید کرتا ہوں آپ کا مزاج اچھا ہے۔" مگر اُس شخص کو اِس دیہاتی نوجوان کا باوجود ناواقفیت کے اس بے تکلفی سے اُس سے ہمکلام ہونا پسند نہ آیا۔ اور اُس نے بے توجہی سے جواب دیا: "آپکی مہربانی مگر میں آپ کو نہیں جانتا۔" "آپ مجھکو نہیں جانتے؟ میں تو آپ کا بھائی ہوں۔" "میں آپ کا مطلب بخوبی نہیں سمجھا۔" "مگر جب ہم اندر روٹی اور مے لے رہے تھے جو اس بات کا نشان ہے کہ سب مسیحی جو خداوند مسیح میں ایک ہیں اُس وقت میرا تو اِن کے لینے سے یہی مطلب تھا کہ ہم سب بھائی ہیں۔ کیا آپکا یہ مطلب نہیں تھا؟" وہ شخص جو اُس سے عمر میں بہت بڑا تھا۔ اِس دیہاتی نوجوان کی سادہ مزاجی اور نیک دلی سے بہت متعجب ہوا۔ اُس وقت سے تکلفات کی دیوار درمیان سے اُٹھ گئی اور دونوں میں ایسی دوستی پیدا ہو گئی جو زندگی کے آخر تک قایم رہی +

سنہ ۱۸۵۲ء میں جب مسٹر سپرجن کی عمر اٹھارہ برس کی تھی واٹر بیچ نامی ایک گاؤں میں جو کیمبرج سے ۵ میل کے فاصلہ پر تھا ایک چھوٹی سی کلیسیا کی پاسٹری پر اُسکی دعوت کی گئی اس وقت معلوم ہوتا ہے کہ اُس کا ہرگز یہ ارادہ نہیں تھا کہ دینی خدمت کو بطور پیشہ کے اختیار کرے۔ کیونکہ اُنہیں دنوں میں اُس نے ایک اشتہار چھپوا کر اپنے دوستوں میں شایع کیا تھا۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ لڑکوں کی تعلیم کے لئے اپنا ایک مدرسہ جاری کرنا چاہتا تھا مگر جب خداوند نے خود بخود یہ رستہ کھول دیا تو اس کو واٹر بیچ کی پاسٹری قبول کرنی ہی پڑی۔ اِس کلیسیا کی حالت اُس وقت بالکل شکستہ ہو رہی تھی۔ صرف چند ایک آدمی گرجا میں آتے تھے مگر مسٹر سپرجن کے کام پر خداوند نے اس قدر برکت نازل کی کہ تھوڑے ہی عرصہ میں لوگ اس کثرت سے آنے لگے کہ گرجا میں جگہ مشکل سے ملتی تھی +

اِسی زمانہ میں ایک اور واقعہ ہوا جسکو مسٹر سپرجن کی زندگی میں نہایت قابل یادگار اور پُر معنی سمجھنا چاہئے۔ اُسکی لیاقت اور قابلیت کو دیکھ کر اُس کے بعض دوستوں نے اس کو سخت ترغیب دینی شروع کی کہ اُس کو ڈونٹی کالج میں اپنی تعلیم کی تکمیل کرنی چاہئے۔ کیونکہ اِن کا خیال

تھا کہ اس طور سے وہ منسٹری کے کام کے زیادہ لایق ہو جاویگا۔ مسٹر سپرجن نے بھی اس خیال سے کہ علم حاصل کرنا فائدہ سے خالی نہیں اس بات کو منظور کر لیا۔ انہیں دنوں میں ڈاکٹر اینگس جو کئی مشہور کتابوں کے مصنف اور عالم علم الٰہی ہیں اور جو اُن دنوں کالج کے پروفیسر تھے کیمبرج میں آئے ہوئے تھے چنانچہ اس موقع پر اُنکے ساتھ مسٹر سپرجن کی ملاقات کا بندوبست کیا گیا۔ مسٹر سپرجن ٹھیک مقررہ وقت پر اُس مکان پر جہاں وہ اُترے ہوئے تھے اُن سے ملنے گیا۔ گھر کے خادمہ نے اُس کو ایک کمرہ میں بٹھا دیا۔ اور وہ وہاں بیٹھکر ڈاکٹر صاحب کے آنے کا دو گھنٹہ تک انتظار کرتا رہا مگر وہ نہ آئے۔ آخرکار اُس نے تنگ آکر گھنٹی بجائی تو معلوم ہوا کہ ڈاکٹر صاحب دوسرے کمرہ میں تھے مگر چونکہ خادمہ نے اُسکے آنے کی انکو اطلاع نہیں کی وہ دیر تک انتظار کر کے لنڈن کو روانہ ہو گئے۔ مسٹر سپرجن اِسکے بہت عرصہ بعد لکھتا ہے کہ "اُس وقت تو مجھے اِس بات سے سخت افسوس ہوا مگر میں نے ہزاروں دفعہ خدا کا شکر کیا ہے کہ اُس نے میرے قدموں کی ایسی عجیب طور سے دوسرے راستہ کی طرف جو اُس سے بہتر تھا رہنمائی کی۔ کالج جانے کا خیال ابھی تک میرے دل میں قایم تھا اور میں نے ارادہ کیا کہ تحریری درخواست اُن کی خدمت میں بھیجدوں مگر یہ بات ہونی نہیں تھی۔ اُسی دن سہ پہر کو مجھے پاس کے ایک گاؤں میں منادی کی غرض سے جانا تھا۔ میں آہستہ آہستہ جاتا تھا اور اس بات کو بھی سوچتا تھا کہ مجھے معلوم ہوا کہ گویا کوئی شخص بلند آواز سے کہہ رہا ہے "کیا تو اپنے لئے بڑی بڑی چیزیں ڈھونڈتا ہے؟ مت ڈھونڈ۔" میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ صرف وہم و خیال تھا مگر کچھ ہی ہو۔ میرے دل میں اسوقت پکا یقین تھا کہ میں نے یہ الفاظ صاف صاف سُنے ہیں۔ غرضکہ اُس وقت مجھے اِس معاملہ پر دوبارہ غور کرنے کا خیال پیدا ہوا اور جب میں نے اُن روحوں کا جو میرے سپرد تھیں خیال کیا تو میرے دل نے اپنے کام کو چھوڑنا گوارا نہ کیا۔ اگرچہ بظاہر کوئی عمدہ صورت نظر نہیں آتی تھی اور اِس حالت میں رہکر گمنامی اور مفلسی میں زندگانی بسر کرنے کے سوا سامنے اَور کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا تو بھی میں نے اُسی وقت اور اُس جگہ کالج جانے کے اِرادہ کو ترک کر دیا۔ اگرچہ

کلمات اُس وقت میں نہ سنتا تو غالباً اُس جگہ جہاں میں اب ہوں نہ ہوتا"۔

اب ہم مسٹر سپرجن کی زندگی کے اس حصہ کا ذکر کرتے ہیں جب کہ آخر کار خداوند نے اُس کو اس مقام میں پہنچا دیا جس کے لئے اُس نے اُس کو ماں کے پیٹ ہی سے الگ کیا تھا۔ مسٹر سپرجن کی عمر اُس وقت صرف بیس برس کی تھی جس سے ہم کو اس بات پر اَور بھی تعجب ہوتا ہے۔ اور اسی تعجب کی وجہ سے ہم یقینی طور پر یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ وہ قوموں کے سامنے خداوند کا نام ظاہر کرنے کے لئے ایک چنا ہوا وسیلہ تھا۔

لندن کی نیو پارک سٹریٹ میں بپٹسٹ لوگوں کی ایک بہت بڑی کلیسیا تھی۔ جو نہ صرف قدامت کے بلکہ تعداد کے لحاظ سے بھی معزز اور نامی سمجھی جاتی تھی۔ علاوہ بریں کئی نامی گرامی عالم و فاضل اصحاب وقتاً فوقتاً اس کلیسیا کی پاسٹری کو رونق دے چکے تھے۔ مگر اس وقت اس کی حالت نہایت نازک ہو رہی تھی۔ جماعت کی تعداد بہت کم ہو گئی تھی۔ اور وہ بھی مذہبی باتوں سے بالکل بے پرواہ تھی۔ گرجا بالکل شکستہ اور تباہ حالت میں تھا اور اُسکی مجموعی حالت ایسی خراب تھی کہ ایک چھوٹی سی دیہاتی کلیسیا کا پاسٹر بھی اس کے ساتھ اپنی جگہ تبدیل کرنے کی خواہش نہ کرتا۔ ان سب خرابیوں کی وجہ یہ تھی کہ گذشتہ چند سالوں میں اُس کلیسیا کو نہ تو کوئی لایق پاسٹر ہی ملا۔ اور جو ملا بھی تو دیر تک نہ ٹھیرا۔ چنانچہ اس وقت بھی یہ کلیسیا پاسٹر کی ضرورت کے سبب بے سروسامان حالت میں تھی۔ کلیسیا کے ڈیکن اِدھر اُدھر نظر دوڑاتے تھے مگر کوئی شخص ایسا دکھائی نہیں دیتا تھا جو اس اہم خدمت کا بوجھ اُٹھانا قبول کرے۔

سنہ ۱۸۵۳ء میں کیمبرج کے سنڈے سکول یونین کے سالانہ جلسہ میں مسٹر سپرجن کو ایڈریس دینے کا اتفاق ہوا۔ اُس وقت مسٹر گولڈ نامی ایک شخص جو کسی اَور بپٹسٹ کلیسیا کا ڈیکن تھا موجود تھا مسٹر سپرجن کے ایڈریس نے اُسکے دل پر اِس قدر تاثیر کی کہ اُس کو یقین ہو گیا کہ یہ نوجوان کوئی معمولی آدمی نہیں ہے۔ اور اُس کی واٹربیچ کی پاسٹری اور دیگر مقامات کی منادی کا حال سن کر اُس کا یہ خیال بالکل پختہ ہو گیا۔ انہیں دنوں میں اُس کو لندن کی

کلیسیا کے ایک ڈیکن مسٹر ٹامس اولنی سے ملنے کا اتفاق ہوا جس نے اُسکے سامنے کلیسیا کی تباہ حالت اور ایک لایق پاسٹر کی عدم دستیابی کا ذکر کیا۔ اس پر مسٹر گولڈ نے اُس کو مسٹر سپرجن کا حال سنایا اور یہ صلاح دی کہ اُس کی رائے میں ایسا شخص ضرور کلیسیا کو دوبارہ سرسبز اور اپنی سابقہ حالت پر بحال کرنے میں کامیاب ہوگا +

مسٹر اولنی کے دل میں بھی اُس کا کچھ خیال پیدا ہوگیا۔ آخر کار اُس نے اپنے دیگر رفقا سے اِس امر کے متعلق صلاح و مشورہ کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسٹر سپرجن سے خط و کتابت شروع کی گئی اور اس کو لندن کی کلیسیا کے سامنے ایک اتوار کو وعظ کرنے کے لئے بلایا گیا +

مسٹر سپرجن نے دسمبر ۱۸۵۳ء میں پہلی دفعہ لندن میں وعظ کیا اور حسب معمول بڑی دلیری اور آزادی سے انجیل کا پیغام سنایا جس سے لوگوں کے دلوں پر بہت تاثیر ہوئی۔ شام کے وقت لوگ اَور بھی زیادہ آئے۔ واعظ کی کم عمری۔ اور اُسکے وعظ کی نئی اور موثر طرز اُسکی گرمجوشی اور صدق دلی کو دیکھ کر لوگوں کو نہائت تعجب ہوتا تھا اور اُنکے دل خواہ نخواہ اُسکی طرف کھنچے جاتے تھے

اِس کے بعد جنوری ۱۸۵۴ء میں بھی متواتر تین ہفتے مسٹر سپرجن نے حسب دعوت لندن کے گرجا میں وعظ کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۲۵ جنوری ۱۸۵۴ء کو باقاعدہ طور پر کلیسیا کی طرف سے اُس کو اِس مضمون کی دعوت دیگئی کہ وہ آزمایشی طور پر چھ ماہ کے لئے کلیسیا کے منبر کو قبول کرے مسٹر سپرجن نے تین ماہ کے لئے اِس کام کو قبول کیا۔ مگر تھوڑے ہی عرصہ میں اُسکی شہرت اس قدر پھیل گئی کہ ابھی یہ زمانہ ختم ہونے بھی نہیں پایا تھا کہ کلیسیا کے بہت سے ممبران نے بڑے اصرار کے ساتھ یہ تجویز پیش کی کہ اُس کو مستقل طور پر کلیسیا کی پاسٹری پر مقرر کردیا جائے چنانچہ ماہ اپریل کے آخر میں جبکہ اُس کی عمر بیس برس کی بھی نہیں تھی وہ بپٹسٹ لوگوں کی سب سے بڑی کلیسیا کا جو لندن جیسے عظیم شہر میں تھی پاسٹر مقرر ہوگیا +

اُس کو لندن میں آئے ہوئے ابھی تین ماہ بھی نہیں ہونے تھے کہ ہر طرف سے سپرجن سپرجن کی آوازیں آنی شروع ہوگئیں۔ لوگ ایک دوسرے سے سوال کرتے تھے کہ سپرجن کون ہے؟ اور

جیسے عموماً ملاقات کے وقت مزاج پرسی کی رسم ہے ویسے ہی یہ سوال کیا جاتا تھا کہ کیا تم نے سپرجن کا وعظ سنا ہے؟ اخباروں میں طرح طرح کی خبریں چھپتی تھیں۔ اور عجیب عجیب طرح کی روایتیں لوگوں کی زبانوں پر تھیں جیسا کہ عام قاعدہ ہے شہرت کے ساتھ رشک و حسد کی زبان بھی خاموش نہیں تھی۔ مگر جس قدر حاسد لوگ بڑی بڑی افواہیں مشہور کرتے تھے۔ اسی قدر لوگوں کے دل میں انکے دیکھنے اور سننے کا اشتیاق زیادہ پیدا ہوتا تھا۔ جس قدر وہ اُسکے نقص ظاہر کرتے تھے اسی قدر اُسکی خوبیاں زیادہ روشن اور نمایاں ہوتی اور لوگوں کو اپنا گرویدہ کرتی تھیں۔ یہ وہ گرجا جس میں کبھی ایک چوتھائی جگہ بھی نہیں بھرتی تھی اب ہر ہفتہ لوگوں سے لبالب بھرنے لگا۔ یہاں تک کہ اگر آدھ گھنٹہ پہلے نہ آویں تو جگہ ملنی مشکل تھی۔ لوگوں کا ہجوم اور اشتیاق زیادہ ترجیح بخش اس وجہ سے بھی ہے کہ وہ گرجا نہایت بُرے موقع پر واقعہ تھا۔ یہاں تک کہ وہاں جانے کے لئے راستہ میں دریا پر سے محصول دیکر گزرنا پڑتا تھا۔ شائقین کی تعداد میں روز بروز ترقی ہوتی جاتی تھی اور ابھی مسٹر سپرجن کو آئے ہوئے ایک سال بھی نہیں ہوا تھا کہ اُس گرجے کو بڑھانے کی ضرورت پیدا ہوئی۔ مگر لوگوں کا شوق اس پر بھی ترقی کرتا گیا۔ اور ۱۸۵۶ء میں صبح کی عبادت گرجے میں اور شام کی ایکسٹر ہال میں جو خاص لندن میں ایک بہت بڑا ہال ہے ہوا کرتی تھی۔ مگر تھوڑے عرصے کے بعد جب ہال کے مہتمموں نے ہر ہفتہ کی عبادت کے لئے اُس کے دینے سے انکار کیا تو ایک اور بڑا گرجا بنانے کی تجویز کی گئی۔ مگر فی الحال عبادت کے لئے ایک اور بڑا مکان جو سری میوزیکل ہال کے نام سے مشہور تھا کرایہ پر لیا گیا۔ یہ ہال نہایت وسیع تھا اور اس میں قریباً دس ہزار آدمی کی گنجائش تھی۔ بہت سے لوگ خصوصاً امراء و رؤسا جو گرجے میں داخل ہونے سے شرم کھاتے اس مقام میں کلام سننے کو آتے رہے + (باقی آئندہ)

خدا ہمیشہ ہمارے ساتھ ہمارا مددگار ہے۔ ہمارے جوئے کا نصف بوجھ اس پر ہے کیونکہ جوا دو کے لئے ہوا کرتا ہے۔ یہہ کیسا تسلی بخش خیال ہے +

چارلس ہیڈن سپرجن

(۲)

یہ سال مسٹر سپرجن کی زندگی میں ایک اور لحاظ سے بھی قابل یاد تھا کیونکہ اسی سال میں ۸ جنوری کو اس کی شادی مس سوسنّہ ٹامسن سے ہوئی جو اُس کی زندگی کی سچی رفیق وہمدم تھی۔ وہ صرف خاوند کی چاہتی بیوی اور اُسکے سر کا تاج ہی نہیں تھی بلکہ وہ انجیلی بشارت کے کام میں بھی اُس کی مددگار تھی۔ اگرچہ اُس کو سخت بیماری کی وجہ سے اپنے کمرہ سے باہر نکلنے کا کم اتفاق ہوتا تھا مگر بک فنڈ کے ذریعہ جس کی وہ بانی تھی مسٹر سپرجن کی تصنیفات کی ہزارہا جلدیں اور لاکھہا وعظ دُنیا کے ہر ایک حصہ میں سیکڑوں غریب واعظانِ انجیل اور دیگر شائقین کی کتب خانوں میں پہنچ گئے۔ اور ہزاروں تسلی آمیز خطوط جو اُس نے اپنے خلوت خانہ میں لکھے ہزارہا مصیبت زدہ اور غمناک اشخاص کی تسکین کا باعث ہوئے۔ مسٹر سپرجن کے ہاں صرف دو توام لڑکے پیدا ہوئے جن کے نام چارلس اور ٹامس ہیں۔ یہ دونوں بھی اپنے باپ کی طرح انجیلی خدمت میں سرگرم ہیں۔

ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ بوجہ تنگی مقام اور ہجوم خلقت کے یہ تجویز کی گئی تھی کہ مسٹر سپرجن کے لئے ایک خاص عبادتگاہ تعمیر کی جائے چنانچہ اُسی وقت سے چندہ شروع ہوگیا اور قریباً ۳۱ ہزار پونڈ یا چار لاکھ روپیہ کے خرچ سے ایک بڑا عالیشان مکان تعمیر کیا گیا جو میٹروپولیٹن ٹیبرنیکل کے نام سے مشہور ہے۔ یہ عمارت بڑی وسیع اور کشادہ ہے جس میں قریب ۶ ہزار آدمی کے بیٹھنے کی گنجایش ہے۔ اُس کے علاوہ اُسکے ساتھ اَور بھی کئی ایک مکان دوسرے دینی کاروبار کے لئے جو اُسکے متعلق جاری کئے گئے ہیں۔ یہ عالیشان عمارت ۱۸ مارچ ۱۸۶۱ء[۱] کو کھولی گئی۔ اور اُس وقت سے مسٹر سپرجن ہمیشہ اُسی میں ہر ہفتہ عبادت کراتے رہے اور لاکھا لوگ انجیل کی حیات بخش خوشخبری کو سُن کر اُس کے چشمہ فیض سے سیراب ہوئے۔

[۱] چندسال ہوئے یہ مکان آتشزدگی سے تباہ ہوگیا

ہم موجودہ دنیا پر کسی اور مکان کا نشان نہیں دے سکتے جس میں انجیل کی منادی روح کی برہان اور قدرت سے اس قدر عرصہ تک ہوتی رہے اور جس میں اس قدر جانیں تاریکی کی قید سے آزاد ہو کر اس آفتاب صداقت کی روشنی میں لائی گئیں +

مسٹر سپرجن اگر صرف وعظ ہی کرتا اور اس کے سوا کسی اور کام کو ہاتھ نہ لگاتا تو بھی اسکی شہرت دوام کے لئے کافی تھا۔ مگر اس نے اس سے بڑھ کر اور بھی بہت کچھ کیا۔ ہم جانتے ہیں کہ اس کے وعظ سننے کے لئے آٹھ دس ہزار مرد و عورت ہر ہفتہ جمع ہوتے تھے۔ مگر یہ جماعت ان اشخاص کی تعداد کے مقابلہ میں جو اس کے کلام سے فیضیاب ہوئے بہت تھوڑی تھی مسٹر سپرجن کے لندن میں آنے سے چھ ماہ بعد اس کے ہفتہ وار وعظ چھپنے شروع ہو گئے تھے اور اس کی اشاعت ہزار دو ہزار جلد سے شروع ہو کر تھوڑے ہی عرصہ میں پچیس ہزار تک پہنچ گئی اور اسکے مرتے دم تک قائم رہی۔ اس کے وعظ اکثر مذہبی اخباروں اور رسالوں میں بھی نقل کئے جاتے تھے جن کو لوگ بڑے اشتیاق کے ساتھ دنیا کے ہر حصے میں پڑھتے تھے۔ بہت سے دیندار لوگ جو ان کی زندگی بخش تاثیر سے خوب واقف تھے ان کی اشاعت میں ہر طرح سے سعی و کوشش کرتے تھے۔ ایک دولتمند شخص جو ملک اسٹریلیا کا باشندہ تھا انکے اثر کا اس قدر معتقد تھا کہ اکثر ان کو وہاں پولیٹیکل اخباروں میں اشتہاروں کے طور پر چھپوایا کرتا تھا جس کے لئے اس کو ہزار ہا روپیہ خرچ کرنے پڑتے تھے صرف اس غرض سے کہ جو بیدین لوگ کسی مذہبی کتاب یا اخبار کو ہاتھ لگانے سے بھی پرہیز کرتے ہیں شاید اس طور سے یہ وعظ ان کی نظر سے گذر جائیں اس وقت صرف اس کے ہفتہ وار وعظوں کی ۳۰ ضخیم جلدیں موجود ہیں۔ ان کے علاوہ سیکڑوں تقریریں اور وعظ ایسے ہیں جو اور اور اخباروں میں یا جدا جدا رسالوں کی صورت میں چھپکر تقسیم ہو گئے۔ اس کا ماہوار رسالہ موسومہ دی سورڈ اینڈ دی ٹروول (تلوار او رکانڈی) اس کی وفات کے وقت ستائیسواں سال پورا کر چکا تھا۔ اس کی تصنیفات کی تعداد سو جلد کے قریب ہے جو مختلف مضامین مثل شرح و تفسیر وعظ و نصیحت اور تاریخ و حکایات پر مشتمل ہیں۔ ان میں سے کئی ایک کتابیں ایسی ہیں کہ جب تک انگریزی زبان کو دنیا میں رواج

ہے اُن کی شہرت کم نہ ہوگی۔ بعض کتابوں اور وعظوں کے ترجمے یوروپ اور ایشیا کی مختلف زبانوں میں بھی ہو چکے ہیں +

اُس کی سب سے بڑی تصنیف ٹریژری آف ڈیوڈ (مخزن داؤد) ہے جو بڑی تقطیع کی سات ضخیم جلدوں میں ہے۔ یہ بجائے خود صرف یہی ایک ایسا عظیم کام تھا جو اس کے بیس سال شب و روز کی محنت سے تمام ہوا۔ کتب مقدسہ میں سے کوئی اور ایسی کتاب نہیں جس پر ایسی کامل اور ایسی جسیم تفسیر کسی زمانہ میں لکھی گئی ہو۔ اس کتاب میں ہر ایک زبور کی آیت بہ آیت اور لفظ بلفظ شرح و تفسیر کی گئی ہے۔ اور اُسکے بعد قریباً ہر ایک آیت کی نسبت کل مذہبی لٹریچر میں سے مشہور و معروف علما و فضلا کے اقوال و خیالات نقل کئے ہیں جن کے جمع کرنے میں کتابوں کے دفتر کے دفتر اُلٹنے پڑے ہونگے۔ ہر ایک زبور کے خاتمہ پر واعظین کے فائدہ اور امداد کے لئے سیکڑوں وعظوں کے ڈھانچے جو اُس زبور کی آیات پر تیار ہو سکتے ہیں درج کئے ہیں جو بجائے خود وعظ و نصیحت کا ایک لازوال خزانہ ہے۔ جن لوگوں نے اِس کتاب کو دیکھا ہے وہی کچھ اس کتاب کی بیشمار خوبیوں کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اس کتاب نے اپنی خوبی اور فائدہ مندی کے سبب سے اِس قدر شہرت حاصل کی کہ مسٹر سپرجن کے ایام زندگی ہی میں اُس کی ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ جلدیں فروخت ہوگئی تھیں +

مگر اس کی زندگی کی محنت اور رفاہیت صرف منبر یا صفحہ کاغذ تک ہی محدود نہیں رہی بلکہ صفحۂ دنیا پر اس کی ہمدردی اور محبت انسانی کا نشان مادی صورت میں بھی پایا جاتا ہے وہ صرف واعظ اور مصنف ہی نہیں تھا بلکہ خیر خواہ بنی آدم بھی تھا۔

پاسٹرز کالج جو اس غرض سے قائم کیا گیا تھا کہ انجیل کی منادی کے لئے سرگرم اور لائق منادوں کی ایک عمدہ جماعت بہم پہنچائی جائے۔ اُس کو سب سے زیادہ عزیز تھا۔ اِس کالج کا شروع سنہ ۱۸۵۶ء سے شمار کرنا چاہیئے جب کہ مسٹر سپرجن کو صرف ایک مناد کی تعلیم کے لئے جو اسی کے وسیلہ سے مسیحی حقیقی کے گلہ میں شامل ہوا تھا بندوبست کرنا پڑا۔ اُس وقت سے رفتہ رفتہ طلبا کی تعداد بڑھتی گئی جس سے آخر کار ایک کالج قائم ہوگیا۔ بہت عرصہ تک مسٹر سپرجن

اس کالج کے تمام اخراجات اپنی گرہ سے ادا کرتا رہا اور اُسکے مطبوعہ وعظوں کی آمدنی کا بہت سا
حصہ اسی پر خرچ ہوتا تھا لیکن جب مسٹر سپرجن نے امریکہ کی تجارتِ غلامی کے برخلاف بڑے
زور شور سے وعظ شروع کیا تو اہلِ امریکہ نے ناراض ہو کر اُس کے وعظوں کو خریدنا چھوڑ دیا
جس سے اُس کی آمدنی کو بہت صدمہ پہنچا اُس وقت سے اُسکے اخراجات چندہ وغیرہ کے
ذریعہ سے چلتے رہے چند سال ہوئے ۱۵ ہزار پونڈ کے خرچ سے میٹروپولیٹن ٹیبرنیکل کے
قریب ایک عالی شان عمارت اس کالج کے لئے تیار کیگئی۔ اس کالج کا اِس وقت سالانہ خرچ
قریب ۱۶ سو پونڈ کے ہے۔ جو فائدہ اس کالج کے وسیلہ سے انجیلی خدمت کو پہنچا اس کا اندازہ
اِس بات سے ہو سکتا ہے کہ ابتک ۹ سو سے زیادہ اشخاص اِس کالج میں تعلیم پا چکے ہیں اور دُنیا
کے ہر ایک حصہ میں خداوند کی خدمت میں مصروف ہیں ✦

اِس سے دوسرے درجہ پر سٹاکول کا یتیم خانہ ہے جس میں سیکڑوں لڑکے لڑکیاں پرورش
پاتے ہیں۔ اِس کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ چرچ اوف انگلینڈ کے ایک پادری صاحب کی بیوہ
نے بیس ہزار پونڈ کی قیمتی جائداد یتیم خانہ قائم کرنے کی غرض سے مسٹر سپرجن کے حوالہ کی جسپر
اُس نے اشتہار کے ذریعہ سے دیگر اشخاص سے بھی اِس کارِ خیر کے لئے مدد طلب کی۔ اور اگرچہ
بعد ازاں اُس جائداد کے روپیہ کی وصولی میں کچھ وقت پیش آگئی لیکن مسٹر سپرجن کی ذاتی
کوششوں سے اس قدر روپیہ جمع ہو گیا کہ اس رقم کے وصول ہونے سے پہلے یتیم خانہ کی عمارتیں
قائم ہو گئیں پہلے یہ یتیم خانہ صرف لڑکوں کے لئے قائم ہوا تھا۔ لیکن رفتہ رفتہ لوگوں کی فیاضانہ
امداد سے اس میں اس قدر ترقی ہو گئی کہ علاوہ اور بہت سی تبدیلیوں کے اُس کے مقابل میں
لڑکیوں کے یتیم خانہ کی عمارات بھی تعمیر ہو گئیں۔ اس یتیم خانہ میں سیکڑوں یتیموں کی ایسے عمدہ
طریق و انتظام سے پرورش اور تعلیم و تربیت ہوتی ہے کہ اُس کو دیکھ کر مخالفین بھی اِس امر
کے معترف ہیں کہ درحقیقت مذہب عیسوی پاکیزگی۔ محبت اور انسانی ہمدردی پیدا کرنے میں بےمثیل ہے
اِن کے علاوہ اور بہت سے ہسپتال۔ غریب خانے۔ سکول اور مشن قائم ہو گئے اور واعظین
اور مسیحی کارکنوں کی جماعتیں اُسکی کوششوں سے وجود میں آگئیں جن کے مفصل ذکر کی اِس

مختصر بیان میں گنجائش نہیں ہے۔
قریباً چالیس برس تک مسٹر سپرجن کی زبان اپنے خداوند و منجی کی انجیل کا پیغام لوگوں تک پہنچانے میں مشغول رہی۔ اُس کی زندگی کا ہر ایک دن خیال سے قول سے فعل سے اپنے مالک کی خدمت میں صرف ہوتا رہا۔ اس عرصہ میں ہزارہا لوگوں نے اُس کا کلام سنا اور لاکھا اشخاص اُسکی تصانیف کے مطالعہ سے فیضیاب ہوئے جس قدر جانیں اُس کے ذریعہ سے ہلاکت کے راستے سے پھر کر زندوں کی سرزمین میں داخل ہوئیں اُن کا اندازہ خود خدا ہی لگا سکتا ہے۔ اِس اثناء میں دُنیا کے بڑے بڑے جلیل القدر اشخاص اُس کا وعظ سننے کو آئے اور ملک کے عالی دماغ علماء و فضلا نے اُسکی غیر معمولی قابلیتوں اور دلکش تقریر کی تعریف کی ڈاکٹر لونگسٹن افریقہ کے مشہور و معروف سیاح نے اُس کا وعظ سُن کر کہا کہ "میں اپنی ساری عمر میں کبھی کسی مجلس عبادت میں شامل نہیں ہوا جس سے میرے دل پر اس قدر تاثیر ہوئی ہو۔" اور جب اُس کی وفات کے بعد اُس کے اسباب کو دیکھا گیا تو اُس میں سے مسٹر سپرجن کا ایک مطبوعہ وعظ نکلا جس پر ڈاکٹر موصوف کے قلم کا لکھا ہوا تھا "بہت اچھا" امریکہ کا مشہور منادِ انجیل مسٹر موڈی اس کا دلی رفیق تھا اور اِس بات کا مقر تھا کہ اُس زمانہ سے لے کر جبکہ اُس کا دل تبدیل ہوا۔ وہ برابر مسٹر سپرجن کے مطبوعہ وعظوں اور کتابوں کے مطالعہ سے فیضیاب ہوتا رہا ہے۔ لامذہب لوگ بھی اُس کی زور آور تقریروں اور پُرجوش کلام کو سُن کر اِس بات کے قائل تھے کہ اُس کے اندر ایک غیر معمولی اور بالائے انسان طاقت کام کرتی ہے۔
اِس قدر طویل عرصہ کی سخت دماغی اور جسمانی محنتوں سے اُس کی صحت میں بہت کچھ فرق آگیا تھا۔ اور وجع مفاصل کی مرض کے سبب اس کو چند سال سے موسم سرما فرانس کے جنوبی گرم حصے میں کاٹنا پڑتا تھا۔ ۱۸۹۱ء کے شروع میں اُس کی طبیعت نہایت ضعیف ہو گئی تھی کہ ۱۰ مئی میں انفلوئنزا نے آگھیرا جس سے وہ تین ہفتہ تک سخت بیمار رہا لیکن آخر اُسکو اس قدر افاقہ حاصل ہو گیا کہ ۷ جون کو ٹیبرنیکل میں اتوار کا وعظ کر سکا۔ اِسکے دوسرے دن وہ تبدیلِ ہوا کے لئے اپنے بچپن کی رہائش گاہوں کو دیکھنے کے لئے چلا گیا۔ مگر

بدقسمتی سے یہاں اُس کو سخت زکام ہوگیا۔ یہانتک کہ جون کے آخر میں اُس کی حالت نہائت بگڑ گئی۔ اور کچھ عرصہ کے لئے اُس کی زندگی سے مایوسی ہوگئی۔ آخرکار اِس کو اتنا آرام ہؤا کہ وہ اپنی معمولی موسم سرما کی رہائش گاہ یعنی مینٹون واقع فرانس کے جانے کے قابل ہوگیا۔ یہاں پہنچ کر اوّل اوّل تو اُس کی حالت بہت کچھ رُو بصحت ہو گئی۔ اور یقین کیا جاتا تھا کہ وہ بالکل تندرست ہو جاویگا۔ نئے سال کے ایڈریس سے جو اُس نے دوستوں کی ایک منتخب جماعت کے سامنے دیا اور نیز اُس کے بعض خطوط سے جو وسط ماہ جنوری میں لکھے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کو اپنی صحت کا کامل یقین تھا۔ لیکن ۱۲ جنوری سے اُسکی حالت پھر ابتر ہونی شروع ہوگئی۔ اور آخرکار ۳۱ جنوری ۱۸۹۲ء کو اِس بہادر سپاہی نے اپنے اسلحِ جنگ رکھدئے۔ اور چُپ چاپ یسوع میں سوگیا +

اُس کی لاش مصالحہ لگا کر انگلستان کو لائی گئی۔ اور اُس کا تابوت اُس پلیٹ فارم پر جہاں وہ اتنے سالوں تک بیٹھ ہاتھ میں لئے کھڑا وعظ کرتا رہا تھا رکھا گیا۔ اور جو آئت اُس پر تحریر تھی وہ دنیا کے پہلے اولوالعزم مسیحی مناد کے الفاظ میں اُس کی زندگی کے کام اور انجام کا صحیح فوٹو ہے "مَیں اچھی لڑائی لڑ چکا۔ مَیں نے دوڑ کو تمام کیا میں نے ایمان کو بچا رکھا"۔ پہلے دن یعنی منگل کے روز ۹ فروری ۱۸۹۲ء کو ساٹھ ہزار آدمی اِس بزرگ واعظ کو آخری الوداع کہنے کے لئے جمع ہوئے۔ اور دوسرے دن چار ہزار خادمانِ دین اور قسیسوں نے حاضر ہو کر اپنے برادر واعظ کو رخصت کیا + ۱۱ فروری کو اُس کی لاش قبرستان کو لیجائی گئی۔ اُس کے جنازہ کے ہمراہ ہر ایک فرقہ اور جماعت اور ہر درجہ کے لوگوں کا بڑا ہجوم تھا۔ دفن کے وقت کئی ایک مشہور عالموں نے تقریریں کیں اور روچسٹر کے اسقف صاحب نے آخر میں برکت کے کلمات فرمائے +

اب ہم مسٹر سپرجن کے نہائت پُرمضمون اور مناسب موقع الفاظ کے ساتھ اِس مختصر سوانح عمری کو ختم کرتے ہیں جو اُس نے اپنی زندگی کے آخری نئے سال کو اپنے

چند احباب کے سامنے فرمائے:

"میری یہ خواہش ہے کہ جب میری زندگی کی تاریخ لکھی جائے تو جو کوئی اس کو پڑھے میری نسبت یہ نہ خیال کرے کہ میں نے جو کچھ کیا اپنی ہمت اور لیاقت سے کیا۔ بلکہ وہ مجھے خدا کی ایک کاریگری سمجھے جس میں اُس کے فضل کی بزرگی ہو۔ میری ذات میں لوگ مٹی کی طرف خیال نہ کریں بلکہ کمہار کے ہاتھ کی طرف۔ لوگوں نے ایک کی نسبت کہا کہ وہ عمدہ واعظ ہے لیکن دوسرے کے حق میں یہ کہا کہ ہم نہیں جانتے کہ وہ کس طرح وعظ کرتا ہے مگر اُس کا وعظ سن کر ہم کو ہمیشہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا بزرگ ہے۔ میری یہ خواہش ہے کہ میری تمام زندگی ایک قربانی اور خوشبو کی قربان گاہ ہو جس کا دھواں ہمیشہ قادرِ مطلق کے حضور اُٹھتا رہے۔" (تمام شد)

اگر ہم خود جنگ میں شریک نہیں ہو سکتے تو اَوروں کے حوصلہ پست کرنے کی کوشش نہ کریں۔ ملکِ سکاٹ لینڈ کے ایک فرقہ کا سردار شرف میوڈ کی لڑائی میں زخمی ہو کر گر پڑا۔ اپنے سردار کی یہ حالت دیکھ کر فوج ہمت ہار گئی اور مخالفوں کے دل بڑھ گئے۔ اُس سردار کے زخموں سے خون جاری تھا مگر جب اُس نے اپنی فوج کی خستہ حالی اور خطرہ کو معلوم کیا تو سر اُٹھا کر اپنی کہنی کے بل بیٹھ گیا اور یوں للکارا کہ میرے بچو۔ میرا دم اب تک مجھ میں باقی ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ تم اپنا فرض کیونکر ادا کرتے ہو۔ یہ سُن کر اُن بہادروں کے رگ و ریشہ میں خون نہایت جوش زن ہوا اور ہمت کے ایسے جوہر دکھائے جو انسانی طاقت سے بعید معلوم ہوتے تھے۔ اِسی طرح جب ہماری ہمت پست ہو جاتی اور ہمارا دل ہمارے اندر گرتا جا رہا ہے۔ تو ہماری نجات کا کپتان پکار کر ہم کو بلاتا ہے کہ دیکھو میں ہمیشہ زمانے کے آخر تک تمہارے ساتھ ہوں۔ میں تجھے کبھی ترک نہ کرونگا۔